عنوان میں انتہائی دلچسپ اور تحقیقی انداز میں سپرد قلم فرمایا ہے۔

یزید کا مسئلہ: دیوبندی برادری کے ایک مایہ ناز فرزند محمود احمد عباسی امروہوی نے یہ شگوفہ چھوڑا کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی و باغی تھے۔ یزید کے بارے میں حدیث میں بشارت آئی ہے کہ وہ بخشا جائے گا۔ اس کے ثبوت میں اس نے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کی۔

"اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم"

میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا۔

اپنی دیوبندی شریعت کے مطابق اور منطق کے بل بوتے پر اس نے قسطنطنیہ مراد لیا اور دھاندلی سے اس لشکر کو جس میں یزید ایک معمولی سپاہی کی طرح شریک تھا اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ آور قرار دیا۔

اس کی اس گمراہ کن بات کا جواب اکابر اہل علماء اہل سنت نے مختلف پیرائے میں دیا جو ماہنامہ پاسبان کے "حسین نمبر" "کربلا کا مسافر" میں موجود ہے۔ حضرت شارح بخاری نے بھی خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر قلم اٹھایا اور عنوان کا حق ادا کر دیا جس کا … ہے کہ شارح بخاری کا مضمون اس نمبر کی جان ہے۔

پاسبان کے … مضمون … حدیث کی ترجمانی تھی مگر اس کے بعد … میں حضرت شارح بخاری نے اس حدیث پر تحقیق شروع فرمائی تو بڑے بڑے محققین انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس حدیث پر تین طریقے سے کلام فرمایا۔

اول: حدیث میں قسطنطنیہ کا لفظ نہیں "مدینۃ قیصر" ہے جس کا ترجمہ ہوگا "قیصر کے شہر پر" یعنی میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخشا جائے گا اس سے خاص قسطنطنیہ ہی مراد ہے یہ کہاں ہے؟ قیصر کی حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مراد ہوسکتا ہے۔ اس کے پیش نظر قیصر کے شہر پر پہلا حملہ عہد رسالت میں "موتہ" پر ۸ھ میں ہوا تھا۔ اب اس

WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث کے مصداق غزوۂ موتہ کے مجاہدین ہوں گے۔ یہ نکتہ حضرت نے ازخود استخراج فرمایا بعد میں تیسیر شرح جامع صغیر کے حاشیہ میں بھی یہی نکتہ تحریر ملا جسے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ تطابق دیکھ کر حضرت شارح بخاری کو جس قدر خوشی ہوئی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

دوم: اگر مدینہ قیصر سے اس کا دارالسلطنت مراد ہو تو عہد رسالت میں اس کا دارالسلطنت حمص تھا جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں فتح ہوا اس تقدیر پر اس حدیث کے مصداق حمص فتح کرنے والے مجاہدین ہوں گے۔

سوم: اور اگر کسی کو یہی ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے خاص قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو بھی اس حدیث کا مصداق یزید نہیں ہوسکتا اس لیے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۲ھ میں کیا تھا۔ اس تقدیر پر اس کے مصداق اس لشکر کے مجاہدین ہوں گے نہ کہ یزید۔ اس کے بعد ۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا ۴۶ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ نے کیا تھا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر چوتھا یا پانچواں حملہ تھا اس لیے یزید اس حدیث کا مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

چہارم: حضرت شارح بخاری نے انتہائی محققانہ طریقے سے ثابت فرمایا ہے کہ اس تقدیر پر بحری راستے سے جو پہلا لشکر مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ آور ہوگا وہی لشکر الفاظ حدیث سے مراد ہے۔ یزید بری راستے سے گیا تھا۔ بحری راستے سے نہیں اس لیے اس حدیث کا مصداق اس کا لشکر ہو ہی نہیں سکتا۔

امروہوی صاحب نے یزید کے خلیفہ برحق ہونے پر بڑے شدومد کے ساتھ بحث کا دوسرا رخ یہ پیش کیا ہے کہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ برحق تھے اور یہ بھی اہل سنت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ خلیفۂ برحق اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نامزد کردے تو وہ بھی خلیفہ برحق ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں یزید کو اپنا ولی عہد و جانشین مقرر فرما کر اجلّہ صحابہ کرام اور عام مسلمانوں سے

اس کی بیعت بھی لے لی تھی اس لیے یزید کے خلیفہ برحق ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اہل سنت کے اجماع کے خلاف کرتا ہے۔ اور جب یزید برحق خلیفہ ہے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کے خلاف خروج خطا اور بغاوت تھی۔

امروہوی کی اس خرافاتی بحث کا جواب ہمارے علمائے اہل سنت نے متعدد طریقوں سے دیا ہے حضرت شارح بخاری کی محاسباتی گفتگو نے تو اس استدلال کی جڑ کاٹ کے رکھ دی ہے۔ فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ اپنا جانشین منتخب کرنے کے مجاز ہی نہ تھے کیوں کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ برحق سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اختلاف کیا نوبت جنگ تک پہنچی، نزاع ختم کرنے اور مسلمانوں کو ہلاکت وتباہی سے بچانے کی خاطر مصالحت ہوئی۔ سیدنا امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفع نزاع اور اصلاح کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف ان کی حیات مبارکہ تک کے لیے خلافت سپرد فرمائی اور خود دست کش ہو گئے۔ صلح نامہ کی اہم ترین دفعہ یہ تھی۔

''حضرت معاویہ تاحیات خلیفہ رہیں گے اور ان کے بعد خلافت کا حق سیدنا امام حسن مجتبیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رہے گا''۔

اس معاہدہ کی روشنی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جانشین نامزد کرنے کے مجاز نہ تھے اس لیے آپ کا انتخاب ساقط اور شرعاً غیر معتبر تھا۔ آپ کے وصال کے بعد یہ حق امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھا لیکن حضرت بھی واصل بحق ہو چکے تھے اس لیے اس کی ذمہ داری ملت کے ارباب حل وعقد کے سر جاتی ہے۔ اور اس کے بارے میں مورخین کا اتفاق ہے کہ یزید کا انتخاب شورائی انداز میں نہیں ہوا تھا بلکہ وہ از خود غرّہ کر کے تخت خلافت پر براجمان ہو گیا تھا اس لیے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا بالکل حق بجانب تھا اسے نہ خطا کہہ سکتے ہیں نہ بغاوت''۔

اس طرح کی فیصلہ کن بحثیں آپ کو ان مقالات میں جگہ جگہ ملیں گی جن سے قارئین